© rasailojaraid.com

تاریخ چین کا ایک ورق

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

بڑی گہری نیند اور کافی طویل خواب گراں کے بعد چین نے پھر کروٹ لی ہے اور تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے، عموماً چین کی جدید بیداری نے لوگوں کی توجہ اپنی طرف پھیر لی ہے۔ ناظرین "برہان" کے آگے بھی ایک "تاریخی اذوقہ" اسی سلسلہ میں مناسب معلوم ہوا کہ پیش کر دیا جائے۔ (مناظر احسن گیلانی)

چین کا ایک دور امن اور چین کا دور تھا اس دور میں چینی قوم کی زندگی کا کیا رنگ تھا۔ اسی کا ایک اجمالی نظارہ اس مشہور تاریخی ڈائری میں پیش کیا گیا ہے جسے خیر سگالی کے اس وفد کے ایک رکن نے مرتب کیا تھا جو تیمور لنگ کے بیٹے اور جانشین مرزا شاہ رخ[1] والی ہرات کی طرف سے ۸۲۲ھ ہجری مطابق ۱۴۱۹ء میں خاقان چین

---

[1] جہاں پامالی کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد جب تیمور دم توڑنے کے لئے بستر مرگ پر لیٹا ہوا تھا تو لکھا ہے کہ ہچکیاں لیتے ہوئے کہتا تھا کہ "ہیچ آرزو در خاطر نماند" یعنی دل میں جو آرزو تھی وہ پوری ہوئی "مگر ملاقات قرۃ العین شاہرخ کہ می خواستم کہ یک نوبت دیگر دیدہ بدیدار او روشن سازم میسر نشد" تیمور جس بیٹے کے دیدار کی تمنا لے کر مرا یہی شاہ رخ تھا اپنے بعد بیٹوں اور پوتوں پر پوتوں کی شکل میں لکھا ہے کہ تیمور نے ۳۶ اولاد چھوڑی تھی قدرتاً مرنے کے بعد بڑے جھگڑے پیش آئے مرزا خلیل سمرقند تیموری دارالسلطنت پر قابض ہو گیا اور بقول صاحب روضۃ الصفا "خزائن خسروان نامدار از قلماق تا اقصیٰ بلاد روم و ہندوستان نہایت شام و از خوارزم و دشت قپچاق تا بالاں و چرکس و ملتار و فرنگ و دیگر متبرکات ملوک از بلاد کفر و اسلام جسے تیمور نے ۳۶ سال کی تگا پو، لوٹ مار سے سمرقند میں جمع کیا تھا اور بقول اسی مصنف کے "چنداں نقرہ ابیض و طلا احمر و اوانی مرصع و جواہر قیمتی در خزینہ موجود بود کہ ہرگز عشر و عشیر آں در خیال قارون نگذشتہ" لیکن جانتے ہیں قارون کے حاشیہ خیال میں کبھی جو خزانہ سما نہیں سکتا تھا اس کا انجام کیا ہوا اسی کتاب میں ہے کہ تیمور کے اسی لڑکے مرزا خلیل سلطان نے "در مدت چہار سال از ہمہ گنج دگوہر اثر نگذاشت" روضۃ صفحہ ۱۰۱ ج ۲ گویا چالیس سال کی مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ سب کچھ جمع بھی ہوا اور سب ختم بھی ہو گیا لڑائی جھگڑائی کے بعد مرزا شاہ رخ تیمور کا جانشین ہوا جو واقعی ایک نیک دل مسلمان بادشاہ تھا ہرات کو (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پاس روانہ کیا گیا تھا، وفد کے صدر، دربار کے ایک امیر شادی خواجہ تھے مرزا شاہ رخ نے رخصت کرتے ہوئے شادی خواجہ کو حکم دیا تھا کہ

"ازاں زماں کہ از دار السلطنت ہرات بیروں روند تا بروزے کہ باز آمد آنچہ مشاہدہ ایشاں گردد از حوادث وکیفیت طرق وقواعد بلاد وصفتِ امصار واوضاع عمارات واوضاع واطوار بادشاہان وغیر ذلک بے زیادہ ونقصان بر صفحات قرطاس ثبت نمائند"

شادی خواجہ نے اپنے وفد کے ایک انشار پرداز بیدار مغز رکن خواجہ غیاث الدین کے سپرد سفر کی اس ڈائری کے مرتب کرنے کا کام کر دیا تھا جو واپسی پر بادشاہ مرزا شاہ رخ پر پیش کی گئی، شاہی کتب خانہ میں معائنہ کے بعد یہی ڈائری محفوظ کر دی گئی تھی، صاحب روضۃ الصفا خاوند شاہ نے اسی شاہی ڈائری کو اپنی کتاب روضۃ الصفا کے خاتمہ کا جزو بنا دیا ہے میرے سامنے یہی خاتمہ روضۃ الصفا کا ہے تفصیل کے لئے تو اسی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ یہاں اس ڈائری کے جن اجزاء کو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں۔

اسلامی حدود کو چند مہینوں میں طے کرنے کے بعد وفد چینی سرحد میں داخل ہوا، قرا خواجہ نامی مقام میں لکھا کہ "چینی حکومت کے لوگ آئے اور وفد میں جتنے آدمی تھے سب کے نام لکھ کر لے گئے" اس کے بعد اتا صوفی نامی آبادی میں پہنچے لکھا ہے کہ

"دراں موضع علوی از سادات ترمذ زاویہ ساختہ ولنگر اقامت انداختہ بود"۔

اور اس سے مسلمانوں کے سلف کے طرزِ عمل پر روشنی پڑتی ہے، حالانکہ مسلمانوں کی حکومت جیاد ہل طرف پھیلی ہوئی تھی، لیکن بجائے اسلامی علاقے کے اپنی خانقاہ چینی حکومت کے حدود میں ترمذی سید صاحب نے بنائی اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ اسی کے بعد "قائل" نامی شہر میں وفد پہنچا، یہاں بھی دیکھا کہ

"امیر فخر الدین مسجدے عالی در غایت تکلف وتزئین ساختہ بود"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دار السلطنت قرار دیا، بڑے بڑے مدارس اور خانقاہیں اس کے زمانے میں بنیں محتسب کے ساتھ شراب خانوں کے توڑنے پھوڑنے میں کبھی خود بھی شریک ہوتا، فتح الباری صحیح بخاری کا نسخہ اپنے لئے نقل کرا کے شاہرخ نے منگوایا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالانکہ اسی مسجد کے قریب ان ہی لوگوں کا بیان ہے کہ

"قریب بآں (مسجد) بت پرستاں بت خانہ بزرگ وکوچک مصور بصور بدیع بنا نہادہ بودند و بر در بت خانہ صورت دو دیو بریک دگر حملہ کردہ نگاشتہ"

ظاہر ہے کہ مخلوقات کی عبادت سے چھڑا کر خالق کی عبادت کی طرف متوجہ کرنے کی صورت ہی اس کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ دونوں کا مقابلہ کر کے دکھایا جائے[1]۔ ورنہ مسلمان اگر اسی طرح بھاگتے رہتے، جیسے آج کل گریز کی راہ ان پر آسان کی گئی ہے، تو زمین کے پیدا کرنے والے کی عبادت کو زمین کے کرّے پر رواج دینے میں وہ کامیاب ہو سکتے تھے؟

خیر اس قصے کو چھوڑیئے، خیر سگالی کا یہ وفد اس کے بعد منزل بمنزل چینیوں کی مہمان نوازیوں سے مستفید ہوتے ہوئے سکچو نامی شہر میں پہنچا، جس کی تصویر ڈائری میں یہ کھینچی گئی ہے کہ

"شہرے ست در غایت عظمت و سورے (فصیل شہر) شامخ (بلند) برگرد آں کشیدہ اند و معیت آں مربع متساوی الاضلاع مشتمل بر بازار ہائے عریض کہ عرض ہر بازارے چہل درعہ ست"

---

[1] مخلوقات سے منہ موڑ کر براہ راست حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے پیدا کرنے والے خالق کے سامنے دست بستہ کھڑی ہوتی ہے اور خدا کے قدموں پر سر رکھتی ہے تو عادت کی وجہ سے خود مسلمانوں پر اس نظارہ کا اثر پڑے یا نہ پڑے، لیکن اپنے پیدا کرنے والے سے ٹوٹا ہوا آدمی جب اس نظارے کو دیکھتا ہے اور یہ تماشا اس کو دکھایا جاتا ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ فطرت انسانی اندر سے بلبلا اٹھتی ہے، ہنری دی کاستر مشہور فرانسیسی نومسلم جس نے اسلام کی تائید میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اس نے اسلام کیسے قبول کیا اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فرانسیسی حکومت کی طرف سے الجیریا کے کسی علاقے میں وہ فوجی افسر تھا چند عرب سپاہیوں کے ساتھ ایک دن کہیں جا رہا تھا راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آگیا عرب سپاہیوں نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی، جو دے دی گئی کسی تالاب میں ہاتھ دھو کر یعنی وضو کر کے ہنری دی کاستر نے لکھا ہے وہ سامنے آئے اور ایک میدان میں صف باندھ کر نماز پڑھنے لگے، وہ گھوڑے پر سوار تھا، اس کا بیان ہے کہ اس حال کو دیکھ کر بار بار میرے دل میں ہوک اٹھتی تھی کہ اپنے پالنے والے مالک کا کیا میں دھتکارا ہوا راندہ درگاہ بندہ ہوں کہ غریب سپاہیوں کو تو خدا کے قدموں پر جھکنے کی اجازت ملی ہوئی ہے اور مجھے اس سعادت سے قدرت نے محروم رکھا ہے۔ دل میں خیال آتا تھا کہ کیا میں کتا ہوں، سور ہوں، الغرض نماز کے اسی نظارے نے ہنری دی کاستر کے دل میں اسلام کا تخم ڈالا، اور بالآخر وہی پروان چڑھا ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چالیس چالیس ہاتھ کی ان چوڑی سڑکوں کی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ

"آب زدہ و جاروب کشیدہ"

جس سے معلوم ہوا کہ مشرق کو میونسپلٹی کے قوانین سکھانے والوں نے خود ان قوانین کو کہاں سے سیکھا تھا، لیکن بھول کر کبھی اپنے مشرقی استاذوں کا نام ان کی زبان پر آتا ہے؟ اس کی شکایت مسلمانوں کو زیادہ ہے لیکن سچ پوچھئے تو احسان ناشناسی کے اس سلسلہ میں غریب چین کو بھی مسلمانوں سے کم شاکی نہ ہونا چاہئے، بہرحال اس شہر کے چوراہوں پر ان لوگوں نے دیکھا تھا

"بر سر چہار سو چہار طاق بستہ در نہایت تکلف و تزئین کنگرہ ہا دراں تعبیہ کردہ اند"

لکھا ہے کہ سکچو کی سڑکیں اتنی سیدھی، صاف ستھری تھیں کہ شہر کے دروازے سے بازاروں تک پہنچنے میں گو کافی فاصلے کرنا پڑتا تھا، لیکن

"از غایت راستی اندک می نمود"

سکچو سے اس زمانہ میں چین کا جو دارالسلطنت خان بالیغ نامی تھا، ان دونوں شہروں کے درمیان میں ان ہی لوگوں کا بیان ہے کہ ننانوے بام تھے اور ہر بام کے بیچ میں ایک قرغوی واقع تھا، بام سے مراد شاہی تھانے ہیں، لکھا ہے کہ

"ہر بامے مشتمل بر شہرے وقصبہ"

باقی یہ قرغوی جو ہر دو بام کے بیچ میں تھا، اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ

"قرغوی عبارت از خانہ کہ ارتفاع ان شش گز باشد و پیوستہ دریں خانہ دو کس باشند و اں راچناں ساختہ اند کہ قرغوی دیگری نماند"

مطلب یہ ہے کہ چھ گز اونچی عمارتیں مسلسل بنی ہوئی تھیں ہر قرغو سے دوسرے قرغوی کا فاصلہ اتنا ہوتا تھا کہ ایک سے دوسرا نظر آئے۔ لکھا ہے کہ ملک کے کسی حصہ میں کسی قسم کا کوئی غیر معمولی حادثہ جب پیش آتا تھا تو ایک قرغو پر آگ جلائی جاتی، جسے دیکھ کر دوسرے قرغو والے بھی آگ روشن کرتے مسلسل یوں ہی خان بالیغ تک جتنے قرغو تھے سب میں آگ روشن ہو جاتی، نتیجہ یہ تھا کہ ایسے مقامات یہاں خان بالیغ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے آدمی تین تین مہینوں میں پہنچتا تھا لیکن وہاں کی خبر چوبیس گھنٹے کے اندر اندر دار السلطنت تک پہنچ جاتی تھی اس کے ذریعہ سے حادثہ کے ظہور کا اجمالی علم ارباب بست وکشاد کو ہو جاتا تھا پھر تفصیل کے لئے دوسرا نظام تھا جسے چینی زبان میں "کبدی قو" کہتے تھے۔ ڈیڑھ ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر "کبدی قو" کے لوگ رہتے تھے، جہاں حادثہ رونما ہوتا تھا، وہاں سے تفصیلی رپورٹ لکھ کر اس علاقہ کا ناظم ایک "کبدی قو" کے رہنے والوں کے حوالہ کرتا تھا، اور وہ دوڑ کر دوسرے کبدی قو والوں کے حوالہ اس رپورٹ کو کرتا، اور یوں دست بدست یہ رپورٹ دار السلطنت، خان بالیغ میں پہنچ جاتی تھی، کبدی قو والے مستقل سکونت اس مقام پر رکھتے تھے۔ بجلاف قراغو والوں کے کہ دس دس آدمی باری باری اس عمارت میں قیام کرتے تھے اور آگ کے منتظر رہتے تھے

آپ دیکھ رہے ہیں۔ تار اور بے تار کے برقی پیغاموں کی ایجاد سے پہلے بہت پہلے چین خبر رسانی کے مسئلہ میں ارتقاء کے کس مقام تک پہنچ چکا تھا۔ کیفر خیر سگالی کا یہ وفد قمچو پہنچا، جہاں سے دیکھا کہ مسافروں کے لئے رکشا (یعنی آدمی سے کھینچے جانے والی گاڑیوں) کا انتظام ہے اور خچر کی گاڑیاں بھی ملتی ہیں، رکشا کے متعلق لکھا ہے کہ

"ارابہ ہائے بطریق گادر بر دوش می کشند و ہر ارابہ بر عہدہ دوازدہ کس است"

گویا باری باری سے یا مل کر بارہ بارہ آدمی اس رکشے کو کھینچتے تھے۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ

"ہر چند بار رفتگی دوہر جا باشد ارابہ رانی باز نماند"

چینیوں کی غیر معمولی سخت کوشیوں کا جس سے اندازہ ہوتا ہے۔ عموماً خیر سگالی کا یہ وفد جس کی سواری کے لئے گھوڑے کا نظم حکومت کی طرف سے کر دیا جاتا تھا خان بالیغ تک ان ہی ننانوے یاموں میں سے ایک ایک یام پران کو اتارا جاتا تھا۔ جہاں

"گوسفند دتانہ و مرغ و برنج وعسل وآرد وانواع بقول آمادہ و مہیا ست"

ہر یام کے افسر کی طرف سے ان ایلچیوں کی دعوتیں بھی ہوتی تھیں، جن میں بڑی دعوتوں (یعنی ڈنر) کے سوا ایسا معلوم ہوتا ہے، چینیوں میں ایٹ ہوم دینے کا بھی رواج تھا ایک مقام کا ذکر کرتے ہوئے اسی ڈائری میں اطلاع دی گئی ہے کہ خوبصورت خوبصورت نوجوان لڑکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"طبقہائے پر قند، و عناب، و چہار مغز و شاہ بلوط مقشر، و لیموں و سیر و پیاز سرکہ پرودہ و خربزہ و ہندوانہ (تربوز) بریدہ بر کف نہادہ بودند"

گویا آج کل جیسے بیرے اور بوائے ایٹ ہوموں میں کیک، پیسٹری، بسکٹ وغیرہ لئے ہوئے مہمانوں کے سامنے گھومتے پھرتے ہیں کچھ یہی رنگ اس دعوت کا نظر آتا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ایٹ ہوم کی اس مجلس میں اس قسم کے تفریحی مناظر بھی پیش کئے جاتے تھے کہ

"بازی گراں از کاغذ و مقوی صورۂ حیوانات ساختہ بودند بر روئے خود بستہ چناں کہ بہ ہیچ درجہ روی و گوش و گردن ایشاں نمی نمود"

یہ بھی لکھا ہے کہ لک لک کی صورت بنانے والے نے جو تماشے دکھائے وہ ان کو بہت پسند آئے

بہر حال یوں ہی ہر ہر بام میں دعوتیں کھاتے، ایٹ ہوم اڑاتے ہوئے خیر سگالی کا یہ وفد خان بالیغ یعنی چین کے دار السلطنت کی فصیل کے نیچے پہنچ گیا، یہ بھی بیان کیا ہے کہ جیسے جیسے پایۂ تخت سے وفد قریب ہوتا جاتا تھا، دعوتوں کے تکلفات میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اسی سلسلہ میں ان کو ایک دریا بھی ملا تھا جس کا نام قراموں بتایا ہے جس پر لکھا ہے کہ ۲۳ کشتیوں کا پل بندھا ہوا تھا اور کشتیوں کو اتنے موٹے موٹے رسّوں سے باندھا گیا تھا کہ آدمی کے ران کے برابر ان رسوں کی موٹائی تھی ان رسوں کو ان آہنی لاٹوں میں لپیٹ دیا گیا تھا جو ساحل سے ایک میل دور گڑے ہوئے تھے ان آہنی ستونوں کو بھی بیان کیا ہے کہ آدمی کی کمر سے ان کی ضخامت کم نہ تھی، پایۂ تخت (خان بالیغ) میں پہنچ کر ان لوگوں کی مہمان نوازی کا حکومت کی طرف سے جو سامان کیا گیا تھا اور جب تک وفد وہاں مقیم رہا مہمان نوازی کے ان سامانوں سے مستفید ہوتا رہا لکھا ہے کہ ایک ایسے مکان میں اتارے گئے، جس کا ایک ایک کمرہ ہر رکن وفد کے لئے مختص تھا۔ اس کمرے میں ایک پلنگ جس کے متعلق بیان کیا ہے کہ

"با بستر و بالش و تکیہ، اطلس و کمخواب"

ان میں ہر ایک کو دیا گیا اور اسی کے ساتھ

"و کفش کہی لطافت، نازک، و مسندلی (صندلی) و منقل آتش (انگیٹھی) و دالی حصیر ہائے نازک انداختہ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی ہر پلنگ کے پاس کیمخت چمڑے کی بنی ہوئی جوتیاں، پلنگ کے ساتھ ایک تخت اور انگیٹھی بھی ہر مہمان کو دی گئی اور کمرے میں چین کی بنی ہوئی نازک نفیس چٹائیوں کا فرش بچھا ہوا تھا، اسی کے ساتھ روزانہ ہر ایک کے لئے غذا کی جو مقدار مقرر کی گئی تھی حالانکہ سینکڑوں سال پہلے کی بات ہے لیکن سننے والوں کے منہ میں ممکن ہے اب بھی پانی بھر آئے لکھا ہے کہ

"ہر کسے را روزے دہ سر گوسفند، یک قاز، ودو مرغ، دو من آرد (یعنی دو سیر آٹا) بوزن شرع و یک کاسہ بزرگ برنج (چاول) دو کلیچہ پر حلوا و یک ظرف عسل (شہد) و سیر (لہسن) و پیاز و نمک و بقول (سبزیاں اور ترکاریاں) متنوعہ و یک طبق نقل (مٹھائیاں خشک میوے وغیرہ) ھنٹ"

یہ ایک ایک مہمان کی یومیہ رسد تھی ظاہر ہے کہ ان معزز مہمانوں کے ساتھ خدام حوالی موالی جو تھے ان کی رعایت بھی کی گئی ہوگی، ورنہ ایک دن میں دس بکروں، ایک قاز دو مرغوں، کا گوشت بھلا تنہا ایک آدمی کیسے کھا سکتا تھا،

خان بالیغ میں شاہی دربار میں جب وفد پیش کیا گیا، دربار کے جو تفصیلات اس کتاب میں دئے گئے ہیں ان کا نقل کرنا تو دشوار ہے، تاہم چند باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ایک تو یہ کہ وفد والوں سے پہلے بادشاہ کے سامنے دیکھا گیا کہ کچھ لوگ پیش ہوئے جن کے گلوں میں تختیاں پہنا دی گئی تھیں اور سپاہی ان کے سر کے بال پکڑے ہوئے تھے، وفد والوں کو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جن کو عدالت نے تحقیقات کے بعد مجرم قرار دیا ہے، ان کے گلے میں جو تختی ہے، اسی میں مجرم کے جرم کی نوعیت اور جرم کے مطابق چینی قانون کے رو سے سزا وغیرہ لکھی ہوئی ہے۔

بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں چینی عدالتوں کا کام صرف یہ تھا کہ مجرم کے جرم کی تحقیق کر کے فیصلہ اور سزا وغیرہ لکھ دی جائے لیکن سزا کا نفاذ اس کا اختیار کسی کو نہ تھا، الفاظ کتاب کے یہ ہیں

"ہیچ حاکم و دارو غہ رخصت بحکم قتل نیست"

بلکہ وہاں دستور ہے کہ

"ہر کہ گناہ کند، گناہ او در تختہ پارہ نوشتہ در گردنش اویزند تا گناہش را نیز تعلیمی کنند"

© rasailojaraid.com

چین جیسے وسیع ملک میں "مجرموں" کے ساتھ یہ عجیب سلوک تھا یعنی تختیاں ڈال ڈال کر سب کو خان بالیغ بھیج دیا جاتا تھا اور بادشاہ کے سامنے براہ راست سب پیش ہوتے تھے۔

"منتظر تا بادشاہ چہ فرمان دہد"

ان لوگوں نے دیکھا کہ بادشاہ نے بعضوں کے قتل اور بعضوں کو قید خانے بھیج دینے کا حکم دیا جب مجرموں کا فیصلہ ہو گیا تب خیرسگالی کا یہ وفد بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ لکھا ہے کہ بادشاہ میانہ قد تھا، ڈاڑھی نہ زیادہ بڑی تھی نہ چھوٹی، دلچسپ بات یہ دیکھی کہ ڈاڑھی کے چند بال دو ڈھائی سو کے قریب،

"چنان دراز بود کہ سر چہار حلقہ زدہ بود"[1]

یعنی ہندوستان میں سر کی چوٹیوں میں کبھی گرہ ڈال دی جاتی ہے کچھ اسی طریقہ سے ڈاڑھی کی چوٹیوں میں گرہ ڈالنے کا رواج چین میں تھا پھر ان کی نظر پڑی اور دیکھا کہ بادشاہ کے تخت کے دائیں بائیں جانب

"دو دختر ماہ پیکر، خورشید منظر موئے ہائے عنبریں جہان سر کردہ و عارض و گردن مکشوف کشادہ و دو در ایدہا ئے در گوش نشستہ و کاغذ و قلم در دست منتظر اند کہ بادشاہ ہرچہ گوید بنویسد"

گویا اسٹینو گرافروں کا خواتین سے خصوصی انتخاب کا طریقہ دراصل چین ہی کی اختراع تھی اور چین ہی سے وہ وضع بھی ماخوذ معلوم ہوتی ہے جو آج کل آزاد منش خواتین میں زیادہ مقبول ہے خیر خان بالیغ پہونچنے کے بعد ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا، کہ چینی حکومت دوازدہ دیوان (یعنی بارہ وزارتوں) پر منقسم، جن میں ایک دیوانی (وزارت)

"مولانا خواجہ یوسف قاضی"

نامی ایک مسلمان کے سپرد بھی ہے، لکھا ہے کہ

"قاضی از جملہ مقربان بود و از دوازدہ دیوان بادشاہی بیکے تعلق بادلی داشت" ۳۹

---

[1] حیدرآباد کے نواب افسر الملک جن کے سفرنامہ چین کا ذکر آئے گا، اس میں لکھا ہے کہ چینیوں کا قاعدہ ہے کہ ڈاڑھی کے چند بالوں کو مطلقاً بڑھنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ان بالوں میں تصرف سے ان کے پوتوں پر کوئی مصیبت آجاتی ہے، گویا ہندوستان میں سر کے بالوں کے ساتھ جو عمل کیا جاتا ہے یعنی چوٹی کے لئے کچھ بال چھوڑ دئے جاتے ہیں یہی ہندستانی سر کی چوٹی چینیوں کی ڈاڑھی میں منتقل ہو گئی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی ممالک سے جو وفود چین پہنچتے تھے ان کی ترجمانی قاضی صاحب کے سپرد تھی۔ خود خیر سگالی کا یہ وفد ایک مصیبت میں آگیا تھا، قاضی صاحب اپنے اثر سے اگر کام نہ لیتے تو شاید ان کا قصہ ہی ختم ہو جاتا، جس کی داستان طویل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تیمور کا ایک خاص گھوڑا بھی مرزا شاہرخ نے شاہ چین کے پاس دوسرے تحائف کے ساتھ بھیجا تھا۔ شاہ چین تیمور کی سواری کے اسی تاریخی گھوڑے پر چڑھ کر شکارگاہ گیا۔ گھوڑا قابو سے نکل گیا بادشاہ گر پڑا ہاتھ میں کافی چوٹ آئی تکلیف کی شدت سے بے چین ہو کر بادشاہ کہنے لگا کہ وفد والوں کی غفلت سے میں گرا گھوڑے کی عادت سے ان لوگوں نے پہلے مطلع کیوں نہ کر دیا حالانکہ اس کو سمجھنا چاہئے تھا کہ تیمور کے گھوڑے کو تیمور ہی قابو میں رکھ سکتا تھا مگر غصہ میں وفد والوں کو ملزم قرار دے کر سزا دینے کا منصوبہ بنانے لگا قاضی یوسف صاحب کو جب حال معلوم ہوا تو اپنے ہم پیشہ دو غیر مسلم وزیروں ولیلاجی وجان داجی کو راضی کیا کہ بادشاہ کو سمجھانا چاہئے، جب شکارگاہ سے خان بالیغ بادشاہ واپس ہوا، تو قاضی صاحب ان دونوں وزیروں کے ساتھ بادشاہ سے ملے سمجھایا کہ ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں ہے اور یہ سفراء ہیں سفیروں کے ساتھ یہ بین الاقوامی قانون ہے کہ کوئی برا برتاؤ ان کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی بدنامی سارے عالم میں ہوگی۔ بادشاہ نے قاضی صاحب کی بات مان لی۔ بڑے خوش خوش رئیس وفد سے ملے اور بولے کہ ع رسید بود بلائے ولے بخیر گذشت

بظاہر قاضی صاحب کی صحبت ہی کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وفد جب پہلی دفعہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا تو مرزا شاہرخ کے حالات دریافت کرتے ہوئے فغفور چین نے پوچھا کہ تمہارے بادشاہ کے علاقہ میں ضرورت کی چیزوں کے نرخ کا حال کیا ہے جواب میں جب یہ اطلاع دی گئی کہ

"غلہ از سرحد کمال بیرون ست و نعمت از ہر چہ تصور کنند ارزاں و افزوں"

یہ سن کر فغفور چین کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہوئے

"آرے چوں دل بادشاہ باخداوند تعالیٰ ست حضرت آفریدگار نعمت بسیار ارزانی داشتہ" صفحہ

ظاہر ہے کہ آفریدگار (خالق کائنات) کی یاد اور اس کے فضل و احسان کا ذکر ایک مخلوق پرست قوم کے بادشاہ کی زبان پر کسی موحد کی صحبت ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے [illegible] ہے کہ اس زمانے میں حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چین مسلمانوں کا خیال اس حد تک کرتی تھی کہ شہر میں مسجدوں کی تعمیر ہی کرنے کی ان کو اجازت نہ تھی بلکہ

"مسجدے کہ بادشاہ دریں شہر جہت ایشاں (مسلماں) ساختہ"

یعنی غیر مسلم بادشاہ نے مسلمانوں کے لئے شاہی مسجد تعمیر کرائی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ اسی ڈائری میں یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ ہر سال بادشاہ چند روز کے لئے سب سے الگ ہو جاتا ہے،

"در خانہ کہ ہیچ صورت و بت نبود بسر می برد و می گفت کہ "خدائے آسمان" را عبادت می کنم" ص ۱۴۱

حالانکہ اس زمانہ میں جیسا کہ اسی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے سارا ملک چین بڑی بڑی مورتیوں سے بھرا ہوا تھا بعض بتوں کا قد لکھا ہے کہ

"قامت پنجاہ گز و درازی قدمش نہ گز"

بھلا نو گز جس کے قدم کی طوالت ہو اسی سے اندازہ کیجئے کہ وہ کتنا بڑا ہوگا۔ سر کے متعلق لکھا ہے کہ ۱۲ گز کا تھا۔ بت پرست ممالک میں اتنی لمبی چوڑی مورتیاں کم از کم اس زمانے میں چین کے سوا شاید کسی دوسری جگہ نہیں تھیں مگر باوجود اس کے مولنا یوسف قاضی اور ان ہی جیسے علماء [illegible] یہ سوال اٹھائے بغیر کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد کیا ہے اور اس تناسب سے وزارت میں ان کو حصہ کتنا ملنا چاہئے چین کی غیر مسلم اکثریت اور اس کے امراء، وزراء، بادشاہ سے ایسے خوشگوار تعلقات قائم کر لینے میں کامیاب ہو گئے کہ ایک طرف دنیاوی نفع یہ حاصل کیا کہ بارہ وزارتوں میں سے ایک مستقل وزارت پر قابض تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کو جس حد تک نفع پہنچا سکتے تھے، پہنچاتے رہے، خیر سگالی کے اسی وفد ہی کو دیکھئے ان کی جان بھی قاضی صاحب کی بدولت بچی، پیچھے پلٹئے تو چین کے اسی قسم کے مسلمان حکام نے اس ملک کو مسجدوں سے بھر دیا۔ اسی خان بالغ ہی کو کون کہہ سکتا ہے کہ اس شاہی مسجد کے سوا مسلمانوں کے محلوں میں کتنی مسجدیں ہوں گی۔ ابن بطوطہ وغیرہ میں اس کی تفصیل پڑھئے۔ ۱۹۵۲ء جولائی میں اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ چین کے موجودہ پایہ تخت پیکنگ میں مسلمانوں کی (۴۹) مسجدیں ہیں (بیان ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء)

بہرحال اس وفد نے چینیوں کے تمدن و تہذیب کا جو نقشہ کھینچا ہے بعض بعض مقامات پر پڑھنے [illegible] منزلہ ایسی عمارتیں ان کے [illegible] سے تعلق ایک مرکزی آہنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاٹ سے قایم تھا۔ بیان کیا ہے کہ ہلکے سے اشارے سے یہ ساری عمارت گردش میں آجاتی تھی، ان لوگوں کی روایت ہے کہ چینیوں کے

"در اہل اسلام آں را چرخ فلک می خوانند"

سونے، چاندی، مرمر اور مختلف قیمتی پتھروں کے جو مکانات مرمریں تختیوں پر طلا کاری کے جن نمونوں کے دیکھنے کا موقعہ ان کو ملا، اسی طرح دوسری نازک صنعتوں اور ماہرانہ کاریگریوں کا ذکر ان لوگوں نے کیا ہے ان کو سن کر آدمی حیران ہو جاتا ہے، جشن شاہی کی تقریب سے چینی بازیگروں کے تماشے رسیوں پر الٹ کر سر کے بل لوگوں کا چلنا، بانس پر چڑھنے کی غیر معمولی مہارتیں ایک آدمی نوک پر جا کر بیٹھ جاتا ہے اچھل کر دوسرا اس کے کندھے پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے تا اینکہ اسی طرح بیس آدمی یکے بعد دیگرے ایک دوسرے پر چڑھ گئے اس قسم کی ساری باتیں اس کتاب میں پڑھنے کے قابل ہیں اسی موقعہ پر چینیوں کی روشن گری اور آتش بازیوں میں ان کی ذہنی اور عملی دلچسپیوں کا جو ذکر کیا گیا ہے پڑھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں واقعہ تو یہ ہے کہ برق اور بجلی کے ان دنوں میں اگر ہم نہ ہوتے تو شاید اعتبار بھی نہیں کر سکتے تھے لکھا ہے کہ لاکھوں چراغوں کو رسیوں سے جکڑ کر تیب کچھ ترتیب پر ان کو قایم کر لیتے تھے تو

"چوں یک چراغ را فروزد موشک (چھچھوندر آتشبازی کی) براں رسیمانہا دود، و بہر چراغ رسد روشن سازد و بہ یک لحظہ چراغہا از بالائے کوہ تا پایاں روشن شود حالانکہ"

بہرحال چین کا ایک دور تو یہ تھا اور دسویں ہجری تک اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ چینی اپنے ملک میں امن اور چین سے گزار رہے تھے۔ سوچنے کی بات ہے جس ملک کے بادشاہ کے دل و دماغ پر سب سے زیادہ یہ سوال چھایا ہوا ہو کہ ملک میں چیزوں کا نرخ کیا ہے اسی لئے اپنے ہم عصر بادشاہ شاہرخ کے متعلق پہلی بات اس نے یہی پوچھی اور یہ سن کر کہ ضرورت کی ساری چیزیں ارزاں ہیں اطمینان کا اظہار کرتا ہے ایسے بادشاہ کی رعایا امن و طمانیت کے جس حال میں بھی ہو اس پر متعجب نہ ہونا چاہئے کون کہہ سکتا ہے کہ شخصی حکومت کی مغالطہ آمیز تعبیر سے جن حکمرانوں کی حکومت جمہوریت کے اس دور میں بدنام کی گئی ہے واقع میں وہ ان رسوائیوں کی مستحق تھی؟ بہرحال تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمہوریت کے دور میں ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں سب کے سامنے ہے پھر ایک زمانے نے پلٹا کھایا، یورپ کے مشرقی و مغربی پرستانوں میں جو قومیں کھٹک رہی تھیں، وہ نکول دی گئیں، لکھا ہے، کہ ۱۵۱۷ء میں یعنی ہجری کے حساب سے ہزار سال پورے ہو چکے تھے کہ سب سے پہلے شاہ پرتگیز نے دربار چین میں اپنا سفیر بھیجا اور اسی کے بعد پیچھے بعد دیگرے یورپ کی دوسری حکومتوں کے سفراء چین پہنچنے لگے اس سلسلے میں ایک ہندو مصنف منشی رادھے لال رئیس موہان کا میں ممنون ہوں ان کی ایک کتاب ۱۸۸۳ء میں مطبع نول کشور میں شائع ہوئی تھی، نام[1] تو اس کتاب کا کچھ عجیب سا ہے لیکن معلومات کا ایک قیمتی ذخیرہ اس کتاب میں منشی صاحب نے جمع کر دیا ہے۔ اردو فارسی کے علاوہ انگریزی زبان سے بھی وہ واقف تھے، زیادہ تر انگریزی زبان کی کتابوں اور اخباروں سے چین کے متعلق منشی صاحب نے فائدہ اٹھایا ہے، معلومات دلچسپ تھے، جی چاہا کہ پہلے دور کے بعد دوسرے دور کے متعلق منشی صاحب ہی کی کتاب کی چیزوں کو پیش کر دوں ۔۔

الفیول نے لکھا ہے کہ ۱۵۲۱ء میں پرتگیزی سفیر جب کینٹن جو اس زمانہ میں چین کا پایہ تخت تھا جب پہنچا تو اسی کے پیچھے پیچھے جزیرہ ملاکا کا جو مسلمان سلطان تھا اس نے شاہ چین کو مطلع کیا کہ جزائر شرق الہند کو پرتگیز والوں نے اپنی من مانی خواہشوں کی آج کل آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ اور یہ کہ

"جو لوگ سفیر بن کر آتے ہیں وہ جاسوس ہیں ان کے آنے سے خطرہ ہے کہ چین تلوار اور آگ سے تباہ نہ ہو جائے" ص ۲۶

منشی جی نے لکھا ہے، سلطان ملاکا کی رپورٹ سے شاہ چین بہت متاثر ہوا، اور پرتگیزی سفیر جس کا نام "پیرزا" تھا وہ بادشاہ چین کے حکم سے قید کر لیا گیا۔

چھ سال قید رہنے کے بعد شاہ چین کے حکم سے پیرزا قتل ہو گیا، مگر پرتگیزیوں نے نہ احتجاج ہی کی آواز بلند کی، اور نہ ان کی حمیت کی رگ پھڑکی، لکھا ہے بلکہ بجائے اس کے شاہ پرتگیز نے

"فرانسیس زیویر۔ اور ڈان دیگو برین صاحب کو کچھ تحائف کے ساتھ شہنشاہ چین کے پاس روانہ کیا" ص ۲۶

مگر ان کو فغفور کے دربار تک رسائی میسر نہ آئی۔

---

[1] یعنی "مسدس البحث" نام اس کتاب کا منشی صاحب نے رکھا ہے، چھ عنوانوں پر کتاب میں بحث کی گئی ہے وجہ تسمیہ اسی کو قرار دیا ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرتگیزیوں کے بعد ۱۶۶۷ء میں پرتگال والوں نے اپنا سفیر چین بھیجا، ان کے بعد پھر پرتگیزیوں کے مسلسل سفیر چین میں پے در پے دھکتے رہے اور بادشاہ سے خوشامد بر آمد کی باتیں کرکے اس کا حق حاصل کیا کہ جیسے اس ملک میں لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے کی اجازت ہے، یہی اجازت عیسائی مذہب کو بھی عطا فرمائی جائے، بادشاہ نیک دل نے اجازت دے دی لیکن چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ مذہب کی چادر اوڑھ کر دراصل سیاسی بازیگر ملک میں آتے ہوتے ہیں، منشی رادھے لال نے لکھا ہے کہ شاہ چین نے پرتگیز کے بادشاہ شاہ جان نامی کے پاس اپنے آدمی اس خط کے ساتھ روانہ کئے کہ

"مذہب رومن کیتھولک کے جو پادری یہاں آئے ہیں، اور جن لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کیا ہے وہ پادری چاہتے ہیں کہ یہ لوگ چین کے قانون کے پابند نہ ہوں"

شاہ چین نے آخر میں لکھا تھا کہ اپنے ان مذہبی پیشواؤں کو جو مذہب کے نام سے سیاسی جال پھیلا رہے ہیں، ان کو حکم دیجئے کہ

"ایسی کارروائی سے باز رہیں" ۲۶

لیکن پادری اپنی سیاسی و سیسہ کاریوں سے پھر بھی باز نہ آئے، منشی صاحب کا بیان ہے کہ اسی عرصہ میں

"چین میں جدید بادشاہ تخت نشین ہوا، اس نے قطعی حکم دیا، کہ عیسائی مذہب کا کوئی پادری چین میں نہ آنے پائے اور نہ کوئی شخص اپنا مذہب تبدیل کرے" ۲۶

اور یہ ہوا انجام ان لوگوں کا جو مذہب کو سیاسی تحریک کا آلہ بنانا چاہتے تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد مذہب مذہب نہیں بلکہ بجائے سچائی، اخلاص و صداقت کے صرف فریب اور دھوکہ بن کر رہ جاتا ہے اسی چین میں صدیوں سے مسلمان آباد تھے اور آئے دن لوگ اسلامی دین کو قبول کر کر کے مخلوقات کی عبادت سے تائب ہو کر اپنے پیدا کرنے والے خالق کے مخلص بندے بنتے چلے جا رہے تھے مگر اسی ملک کے باشندوں کی کمائی اور محنت سے ناجائز نفع اٹھانے کا ذریعہ جب پادریوں نے چاہا کہ مذہب کو بنالیا جائے تو آپ نے دیکھا کہ چین میں مذہب کے ادلنے بدلنے کے قصے ہی کو اس بادشاہ نے روک دیا بظاہر اس زمانے میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دین کے قبول کرنے کا بازار اس ملک میں کچھ دنوں کے لئے ان ہی پادریانہ حرکتوں کی وجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے سر دڑ گیا ہوگا۔ مگر یورپ کی کھولی جانے والی قوموں پر تو سیاسی اقتدار کا بھوت سوار تھا، ان کے سفراء اور قوم کے لوگ چین سے نکالے بھی جاتے تھے۔ لیکن ان کے بادشاہوں کی طرف سے سفیروں کے بھیجنے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا، ان سفیروں کی توہین و تذلیل و تحقیر میں کوئی دقیقہ چین کی حکومت نے اٹھا نہ رکھا لیکن بے حیائی کے توبڑے سے چہروں پر چڑھائے ہوئے اس ملک میں وہ گھسے ہی چلے جاتے تھے منشی رادھے لال نے روس کی سفارت کا تفصیلی حال درج کرتے ہوئے روسی سفیر کی ذاتی ڈائری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب شاہ چین کے سامنے ہم آئے تو

"نقیب نے آواز دی کہ تخت کے روبرو کھڑے رہو اور تین دفعہ سجدہ کرو، جب سفیر سجدہ کر چکے تو اسی طرح پھر نقیب نے سفیروں کو تین مرتبہ سجدہ کرایا اور اٹھایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ واپس جاؤ"

گویا دو دفعہ تو تین تین سجدے کرائے گئے، لکھا ہے کہ

"پھر گھنٹہ کی آواز آئی، اس آواز کے سنتے ہی سب ہی لوگ پھر سجدہ میں گر پڑے" ص۳۰

اور سجدوں کا قصہ ختم نہیں ہوا، بلکہ

"حکم تھا کہ جب شہنشاہ برخاست کریں اس وقت سب لوگ سجدہ میں گر پڑیں" ص۳۰

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے ان سفیروں کے ساتھ حکمران چین کا یہ خاص برتاؤ تھا، کیونکہ شاہرخ والے خیرسگالی کے وفد میں بار بار کے ان سجدوں کا ذکر ہم نہیں پاتے، منشی رادھے لال نے اسی سلسلہ میں یہ خبر بھی دی ہے کہ

"شاہ ڈچ نے ۱۶۶۶ء میں پھر سفیر بھیجے وہ ۴۶ یوم تک پیکن میں رہے، ان کو نہایت حقارت ہوئی اور ان سے لاانتہا سجدے کراتے گئے، ص۳۱

جس سے پتہ چلتا ہے کہ یورپ کے ان سفیروں سے یہ سجدے محض ان کی تحقیر و توہین ہی کے لئے کرائے جاتے تھے اور یہ جانتے ہوئے کہ شاہ چین علانیہ اس طریقے سے ان کی توہین کر رہا ہے یورپ کے بھی سفیر بجندہ پیشانی غایت اطمینان کے ساتھ سجدوں پر سجدے کئے چلے جاتے تھے۔ کردار کی بلندی، ضمیر کی آواز کا یہاں پتہ بھی نہ تھا، سجدہ کرنے والے ان سفیروں کے سلسلے میں ایک دلچسپ تماشا یہ بھی ایک دن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش آیا منشی جی نے نقل کیا ہے۔

"جوزف ڈی کیفر ایک سفیر تھا اس نے سجدے سے سر اٹھا کر شہنشاہ کو دیکھا۔۔۔معلوم ہوا کہ شہنشاہ بہت خوبصورت اور کم سن ہیں شہنشاہ سر سے پیر تک سونے اور جواہرات میں غرق تھے ان پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی" ص۲۶

اور میں تو سمجھتا ہوں کہ انگریزی سفیر کے متعلق منشی جی نے جو یہ دلچسپ اطلاع درج کی ہے کہ

"اخبارات سے معلوم ہوا کہ جب سب سفیر دربار میں حاضر ہوئے، اور سفیر انگلستان نے شہنشاہ کی صورت دیکھی، تو شہنشاہ چین کے جاہ و جلال اور دربار کا جلوس دیکھ کر زبان بند ہو گئی غش آگیا" ص۲۸

واللہ اعلم بالصواب اخباروں کی اڑائی ہوئی یہ خبر کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن اگر یہ واقعہ پیش آیا تھا تو کون کہہ سکتا ہے کہ مشرقی بادشاہوں کے نفسیات کے ساتھ یہ کوئی انگریزی کھیل نہ تھا شاید اسی طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا تھا جیسا کہ منشی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جب لارڈ میکارینی انگریزی سفیر دربار چین میں باریاب ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ

"کل سردار انگریزی کپڑے پہنیں" ص۳۱

لارڈ میکارینی نے اپنی یادداشت میں یہ بھی لکھا تھا کہ

"شہنشاہ چین اس روز معمولی پوشاک پہنے ہوئے تھے اور زردوزی کا اس پر کام تھا اور انگلستان کا تمغہ لگائے ہوئے تھے" ص۳۱

یہ بھی لارڈ صاحب ہی کا بیان ہے کہ انگریزوں سے حکومت چین کے تعلقات اس قدر بڑھ چکے تھے کہ ان کی باریابی کے موقع پر

"شہنشاہ کا جو وزیر تھا وہ یونیورسٹی اکسفرڈ کا تعلیم یافتہ تھا" ص۳۱

گویا یونیورسٹی کی راہ سے انگریزی قوم کے لئے زمین کا درست کرنے والا خود چینیوں ہی میں پیدا ہو چکا تھا لارڈ میکارینی کی اسی سفارت کے سلسلہ میں یہ اطلاع بھی اسی کتاب میں دی گئی ہے کہ لارڈ صاحب

"شاہ انگلستان کی طرف سے چٹھی اور ایک بکس جواہرات کا لے گئے تھے"

اس بکس کو لاٹ صاحب نے جس طریقہ سے پیش کیا تھا، وہ بھی سننے کے قابل ہے لکھا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لارڈ صاحب

"حسب ہدایت بکس اور چھٹی کو سر سے اونچا کئے ہوئے، شہنشاہ کے روبرو لے گئے، جب زینہ پر چڑھے آداب بجالائے بکس و چھٹی شہنشاہ کے نذر کیا۔"

بادشاہ نے کہا کہ

"ایک شخص ایسا چاہیے جو تمہاری چھٹی کا ترجمہ زبان چینی میں ہم کو سنا دے۔"

انگریزی حکومت کے لاٹ جہاں ضرورت پڑتی تھی کلی کا کام بھی کر لیا کرتے تھے، در اس وقت تو قومی غیرت وحمیت کا بارہ نقطۂ انجماد ہی پر ٹھہرا رہتا تھا، خیر بادشاہ کی اس خواہش پر دیکھا گیا کہ چینی زبان کے سکھانے کا نظم انگریز کر چکے تھے، وفد کا ایک نوجوان رکن اسٹفین نامی آگے بڑھایا گیا، جس نے فراٹے کے ساتھ انگریزی زبان کی چھٹی

"کا ترجمہ شاہ کو سنایا، شہنشاہ اس لڑکے سے نہایت خوش ہوئے اور ایک بٹوہ اشرفیوں سے بھرا ہوا جو شاہ کے پاس ہر وقت رہتا ہے، لڑکے کو مرحمت ہوا۔"

کلی کے کام کرنے والے ان لاٹ صاحب کی شاہ چین نے بعد کو دعوت بھی کی

"اور اپنے میز پر کھانا کھلایا، شراب اپنے ہاتھ سے دی اور خود شراب لی اور کہا کہ جام تندرستی شاہ انگلستان کا پیتا ہوں۔" ص۳۲

دیکھا آپ نے فغفور چین کی تجلی کو ناقابل برداشت قرار دے کر بے ہوش ہو جانے اور غش کھا کر گرنے کے تماشے کو دکھا کر انگریزوں کے اقتدار کو دربار چین میں کہاں تک بڑھانے میں کامیابی حاصل کی گئی

لہ ہمارے وطن کے مغل بادشاہوں کا دستور بھی تھا کہ حضر و سفر اندر باہر جہاں کہیں ہوں، ایک بٹوہ جسے جیب کہتے تھے ساتھ ساتھ ہر وقت رہتا تھا، اس بٹوہ میں لکھا ہے کہ اکثر اشیاء ضروریہ از تراکیب وادویہ مانند تریاق فاروق ودواء المسک ونوشدارو دکوئی، و زہر مہرہ و مومیائی وجدوار و امثال آں و محتوی بر صد اشرفی و صد روپیہ کہ ہموارہ در سفر و حضر درون و بیرون بیشگاہ حضور می ماند ص۱۲۱ عمل صالح ج ۲ کبھی کبھی خوش ہو کر یہ جیب بھی انعام میں بخش دیا جاتا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرزمین یورپ کی یہ کھولی ہوئی تو میں مشرق میں کن کن سوراخوں سے داخل ہوئیں اور یہ سب کچھ جس مقصد کے لئے کیا جاتا تھا، جب چین میں انگریز اس مقصد کو حاصل کرنے لگے تو لکھا ہے کہ

۱۸۱۶ء میں گورنمنٹ انگلستان نے لارڈ امہرسٹ صاحب کو بھر سفیر مقرر کر کے چین بھیجا، مگر وہ بات نہ ہوئی، بلکہ اہانت ہوئی۔ ص۳۲

دراصل ان ہی اہانتوں کا نتیجہ بالآخر "باکسر" والی لڑائی کی شکل میں پیش آیا۔ حیدرآبادی فوج کے کمانڈر انچیف نواب سرافسر الملک مرحوم جو فقیر کے خاص عنایت فرماؤں میں تھے اگرچہ میری ملاقات ان کی اس وقت ہوئی جب غالباً اسی بیاسی کی عمر تک وہ پہنچ چکے تھے، چین کی اس فوجی مہم میں حیدرآبادی فوج کے ساتھ وہ بھی شریک تھے جو باکسر کی لڑائی کے نام سے مشہور ہوئی، نواب صاحب مرحوم نے اپنی مطبوعہ سوانح عمری میں "چین" کے سفر کے حالات بھی درج کئے ہیں اس وقت وہ کتاب تو میرے پاس موجود نہیں ہے لیکن یادداشت میں کچھ نوٹ لے لئے گئے تھے، آئندہ جو کچھ عرض کروں گا، وہ ان ہی نوٹوں سے ماخوذ ہے، نواب مرحوم نے لکھا ہے کہ باکسر کا لفظ انگریزوں کا مشہور کیا ہوا لفظ ہے۔ ورنہ چینی زبان میں ملک کی یہ انقلابی پارٹی اپنے آپ کو خوشو کے نام سے موسوم کرتی تھی، جس کے معنی ہیں "مشت زن" اسی کا ترجمہ باکسر انگریزی زبان میں کر لیا گیا تھا۔ معلوم ہوا تھا کہ اس انقلابی پارٹی میں ایک کروڑ کے قریب چین کے باشندے ممبر تھے مغربی اقوام کے اثر سے جب محسوس ہوا کہ چین کو پاک کر لینے میں وہاں کے باشندے کامیاب ہو جائیں گے تو حسب روایت نواب صاحب مرحوم

لے نواب افسر الملک نے اس زمانہ کی حیدرآبادی فوج کے متعلق لکھا ہے کہ ہر فوجی گھوڑے کو حکومت کی طرف سے روزانہ ایک سیر گھی اور ایک سیر شکر کا بھی راشن ملتا تھا لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ گھی اور شکر کا راشن گھوڑوں کے پیٹ میں جاتا تھا یا فوجی افسروں کے محلات کے گارے اور چونے میں کام آتا تھا، محلہ سیف آباد جاتے ہوئے موڑ پر ایک بڑے فوجی افسر کا قصر اب بھی موجود ہے جسے دیکھ کر زبان پر وَمَا ظَلَمَهُمُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ قرآن کی آیت چاہے تو یہی کہ یاد آجائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"انگریز، فرانس، جرمنی، روس، اٹلی سبھوں نے مل کر چین پر ایک ساتھ حملہ کر دیا تھا۔"

نواب صاحب کی حیدرآبادی فوج انگریزی فوج کی پشت پناہ بن کر گئی تھی، غالباً یہ بھی لکھا ہے کہ حیدرآباد سے جب انگریزوں نے چینی مہم کے لئے فوج طلب کی تو خود اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں مرحوم و مغفور نے براہ راست چین جانے کا ارادہ انگریزوں کی طرف سے ظاہر کیا تھا، جو منظور نہ ہوا، اور نواب افسر الملک حیدرآبادی فوج کے ساتھ چین بھیجے گئے اسی کتاب میں یہ بھی تھا، کہ بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ دارالسلطنت میں انگریزوں، فرانسیسیوں، جرمن اور روس اٹلی سب کی فوجیں مختلف سمتوں سے داخل ہوتیں اور غریب فغفور چین جسے دیکھ کر انگریزی سفیر غش کھا کر گر پڑا تھا اس کا آخری انجام یہ ہوا کہ اپنے شاہی محلات کو چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

نواب صاحب اس عرصہ میں چینیوں سے ملے جلے بھی، ان کی دعوتیں بھی چین کے بعض امراء کی طرف سے ہوتیں۔ دعوت میں ان کا بیان ہے منجملہ اور چیزوں کے کتوں کے ایسے پلے جن کی آنکھیں نہ کھلی ہوں، گرم پانی ڈال کر جو مار ڈالے جاتے ہیں، اور قیمہ بنا کر ان ہی کے سموسے تیار کئے جاتے ہیں، یہ سموسے بھی پیش ہوئے اور سفید چوہوں کے گوشت کا کباب اور قیمہ بھی، چینی جسے گوشت کی تمام قسموں میں اپنی لذیذ ترین غذا قرار دیتے ہیں، گوشت کے معاملہ میں ہندوستان کی تفریط یعنی کلی پرہیز کا جو ادعا رہے ٹھیک اسی کے مقابلہ میں چینیوں کی گوشت خوری میں افراط اور مطلق العنانی کے ان قصوں سے نواب صاحب چونکہ واقف تھے اس لئے ان سموسوں، اور قیمہ کی پلیٹوں کے استعمال کرنے سے وہ محروم رہے، دودھ کے بارے میں لکھا ہے کہ چین میں گویا ملتا ہی نہیں، شاہ رخی وفد والوں کی ڈائری میں صرف ایک موقعہ پر ذکر کیا گیا ہے کہ دراز دم تبت والی گائے جسے گاؤ قطا کہتے ہیں۔ اس کے دودھ کے استعمال کرنے کا موقعہ ان کو ملا تھا، نواب صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ چینی اپنے ناخن نہیں ترشواتے، اسی لئے ایک ڈیڑھ دو دو انچ کے ہو جاتے ہیں۔ (غالباً یورپ نے چین کی اس رسم کو بھی اب قبول کر لیا ہے کیونکہ اکثر یورپ زدہ حضرات اس زمانہ میں صاحب چنگال دکھائی دیتے ہیں۔ چین میں عورتوں کے پاؤں لوہے میں بچپن ہی سے کس دئے جاتے ہیں اس مشہور افواہ کا نواب صاحب نے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ بچپن میں چیتھڑے بچیوں کے پاؤں میں صرف باندھ دیئے جاتے ہیں تاکہ حد سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ لمبے نہ ہو جائیں۔ قدم کا اختصار ان کے ہاں حسن میں شمار ہوتا ہے۔

اور یہ تھا وہ چین جسے شاہ رخ مرزا کے وفد نے کس حال میں دیکھا تھا، اور آخری انجام اس حکومت کا وہ تھا جس کا تماشا نواب اعتز الملک کو کرایا گیا۔ اس کے بعد کے واقعات تو خود ہمارے سامنے پیش آتے جانگی شانگ کے زمانہ تک جو درگت اس غریب ملک کی بنی اس سے کون ناواقف ہے۔ اب اس نے پھر کروٹ لی ہے، خدا ہی جانتا ہے اس کا انجام کیا ہوگا "کوریا" چین کا ایک حصہ "ارض الفصل" بنا ہوا ہے۔ دنیا کی آنکھیں اس وقت اسی پر لگی ہوئی ہیں۔

تذییل چین کا ذکر چار کے تذکرہ کے بغیر شاید ناقابل تصور ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ شاہرخ تیموری بادشاہ کے وفد کی ڈائری میں جیسا کہ آپ دیکھ چکے، کھانے پینے کی چیزوں کا حالانکہ تفصیل وبسط سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن "چار" کا نام بھی نہیں لیا گیا ہے، حالانکہ اسلامی سیاحوں کی ایسی کتابیں جو دوسری صدی ہجری کے اختتام پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں چار کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یورپین سفرا کی یادداشتوں میں بھی یہ بات ملتی ہے کہ لکڑی کی پیالیوں میں ان کو چار شاہی دربار میں پلائی گئی تھی۔ کاٹھ کی ان ہنری پیالیوں میں شاید "چار" کی حرارت کا احساس کچھ کم ہو جاتا ہوگا جہاں صندل کی لکڑیوں کے ہندوستان میں بڑے بڑے جنگل ہیں اگر چار کی پیالیوں کے بنانے کے کارخانے وہاں قایم کئے جائیں تو شاید ملک کی یہ ایک اچھی صنعت ہو سکتی ہے، اسی چار کے متعلق فارسی کی ایک کتاب زبدۃ الاخبار نامی میں بھی کچھ ذکر پایا جاتا ہے اس کے مصنف کشمیر کے ایک عالم فاضل ابو محمد حسن مخلص بشری ہیں انھوں نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ چار چینی زبان میں دراصل کوے کو کہتے تھے کہتے ہیں کہ شاہ چین بیمار اپنے بالاخانے پر لیٹا ہوا تھا، اپنی چونچ میں ایک کوا کسی پودے کی شاخ کے بالاخانہ کی چھت پر گرا کر اڑ گیا۔ شاہ نے اس شاخ کی چند پتیوں کو چبا کر عرق کو جوں ہی پیٹ میں اتارا اسی وقت مرض میں خفت محسوس ہوئی، اس کے بعد جنگل میں پودا تلاش کیا گیا اور اس کے پتوں کے جوشاندہ کو پی کر چنگا ہو گیا۔ اسی تجربہ کے بعد لکھا ہے کہ

"برگ راچائے نام نہادہ چہ بزبان چینی زاغ راچائے گویند" (زبدۃ الاخبار ص۵۳)

واللہ اعلم بالصواب ہمارے کشمیری فاضل کی یہ اچھوتی تحقیق کس حد تک درست ہے، مولانا شوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چائے کا ذوق خاص رکھتے تھے بڑے ذوق شوق کے ساتھ چائے کی یگانہ قسموں کا ذکر کیا ہے۔ ایک قسم کا انگریزی نام امپیریل ٹی بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ

"در چین ہم وزن طلا رفروختہ می شود" ــــــ ۱

اور یہ کہ رنگ آبش زرد مائل سبز بسیت" مولانا ابوالکلام آزاد کی جسمین ٹی شاید یہی ہو واللہ اعلم بالصواب

مولوی شوری نے چائے کی قصیدہ خوانی نثر کے ان الفاظ میں کرتے ہوئے کہ

"مفرح روح پرور منشط و معطر کہ رائحہ آں بعینہٖ عطر گلاب ست و سجور بخار آں رسختہ کیفیت می تاب، محبوب صغیر وکبیر معشوق غنی وفقیر بیماراں را دوا ست و تندرستاں راغذا"

اسی کے ساتھ نظم میں بھی چائے کے متعلق اپنے اس تجربہ کا جو اظہار کیا ہے کہ

زہے شراب حلالے کہ عقل افزاید ۔۔۔ شباب آورد و ضعف بزدائد

تا آنکہ وہی فرماتے ہیں

شب زفاف چو عنین بخاطرش آرد ۔۔۔ بہ یک اشارت او فتح قلعھا آید

اطبا ہی جواب دے سکتے ہیں کہ شوری صاحب کی یہ صرف شاعری ہے یا واقعہ سے بھی اس کا کوئی تعلق ہے۔ شاید کشمیری چائے کی یہ کوئی خصوصی خاصیت ہو یا وہائٹ جسمین کا یہ اثر ہو جس کے دیدار سے بھی ہم غریب محروم ہیں کان تک اس کا نام غبار خاطر کی آندھیوں کے طفیل میں پہنچ گیا، ورنہ اس سے پہلے تو نام سے بھی اس کے ناواقف تھے۔

حیدرآباد دکن میں

رسالہ برہان اور ندوۃ المصنفین کی مطبوعات ذیل کے پتہ پر خرید فرمائیے۔

مینجر صاحب مدینہ کتاب گھر۔ مدینہ بازار حیدرآباد دکن

© rasailojaraid.com